احرار کو چیلنج

از
سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ ھُوَ النَّاصِرُ

احرار کو چیلنج

(محررہ 3 اکتوبر 1952ء)

"آزاد" مؤرخہ 19 ستمبر 1952ء میں ایک مضمون شائع ہؤا ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ:

"مرزا بشیر الدین محمود نے مُلک میں جاگیرداروں کے خلاف بڑھتی ہوئی مُہم سے خوفزدہ ہو کر اپنی تمام زمین فروخت کرنا شروع کر دی ہے"۔ "معلوم ہؤا ہے کہ مرزا محمود سب سے پہلے سندھ میں اپنی ریاستوں کی زمین فروخت کرنا چاہتے ہیں"۔ "تازہ اطلاعات سے پتہ چلا ہے کہ مرزا محمود سندھ کی اراضی کو پہلے اس لئے فروخت کرنا چاہتے ہیں کہ سندھ گورنمنٹ نے سندھ سے جاگیرداریاں ختم کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ مرزا محمود کو یہ خدشہ لاحق ہے کہ اگر اُنہوں نے ایسے حالات سے پہلے اپنی زمین فروخت نہ کی تو وہ تمام اراضی ضبط کر لی جائے گی۔"

پھر لکھا ہے:۔

"یہ اراضی تحریک جدید کے نام پر جمع شُدہ چندہ سے خریدی گئی تھی لیکن کاغذات میں مرزا محمود نے اسے اپنی ذاتی ملکیت بنا لیا"۔

''مرزائی چندہ دہند گان نے آوازِ بُلند کی کہ جماعتی اراضی کو فروخت کر کے اس کی رقم جماعتی خزانہ میں جمع کی جائے''۔ ''مرزا محمود یہ رقم اپنے ذاتی خزانہ میں جمع کرنے کے لئے اس اراضی کو دجّالانہ طریق پر فروخت کرنا چاہتے ہیں''۔

اس مضمون کے شائع ہونے کے چند دن بعد 26 ستمبر کے "آزاد" میں اس خط کا چربہ بھی شائع کیا گیا جو میری اراضیات کے دفتر کے کلرک نے "الفضل" کو لکھا تھا اور جس میں مذکورہ بالا اراضی کی فروخت کا اعلان کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔ اس خط کے چربہ کے اوپر ایک نوٹ بھی ادارۂ آزاد کی طرف سے شائع ہوُا ہے کہ ہمارے اعلان پر "بعض مرزائی سیخ پا ہوئے اور خبر کو بے بنیاد بتانے لگے" ۔

اس لئے ہم اس خط کا چربہ شائع کرتے ہیں۔

اگر احرار کی شُہرۂ آفاق غلط بیانیوں کا علم نہ ہوتا تو میرے لئے یہ مضمون اور اس چربہ کی اشاعت حیرت انگیز ہوتی کیونکہ اصل بنیاد اس مضمون کی یہ ہے کہ کوئی زمین میرے پاس ہے جسے مَیں فروخت کر رہا ہوں اور کسی کے پاس زمین کا ہونا کسی اسلامی حکم کے خلاف نہیں۔ صحابہؓ کے پاس زمینیں تھیں، خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کے پاس باغ فدک تھا اور پھر زمینوں کا فروخت کرنا بھی قابلِ تعجب نہیں۔ حدیثوں میں صحابہؓ اور تابعین کا اپنی زمینیں فروخت کرنے کا ذکر آتا ہے۔ پس یقیناً کسی صحیح الدّماغ انسان نے "آزاد" سے اس امر کا ثبوت نہیں مانگا ہوگا کہ کیا امام جماعت احمدیہ کے پاس کوئی زمین ہے یا یہ کہ کیا وہ اس کو فروخت کرنا چاہتے ہیں؟ اگر ثبوت مانگا ہوگا تو اس بات کا مانگا ہوگا کہ آیا جماعت احمدیہ کے روپیہ سے خریدی ہوئی کسی زمین کو وہ اپنی ذات کے لئے فروخت کرنا چاہتے ہیں؟ کیونکہ یہ بات یقیناً قابلِ اعتراض ہے اور اگر ایسا ثابت ہو جائے تو خلافت تو الگ رہی مَیں ایک شریف انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں رہتا لیکن یہ خیال کرنا کہ لوگوں نے "آزاد" سے اس بات کا مطالبہ شروع کر دیا کہ تم نے کیوں امام جماعت احمدیہ پر یہ اعتراض کیا کہ ان کے

پاس کوئی زمین ہے اور وہ اس کو فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ اس امر کو تو کوئی عقلمند باور نہیں کر سکتا اور جو اعتراض معقول ہے اور جو مَیں نے اوپر لکھا ہے اگر وہ کسی نے کیا ہے تو اس خط کے چربہ سے اس کا جواب نہیں ملتا کیونکہ اعتراض تو صرف یہی ہو سکتا ہے کہ انجمن کے روپیہ سے خریدی ہوئی زمین کو اپنی ذات کے لئے فروخت کرنا ناجائز ہے اور اس خط میں جس کا چربہ شائع کیا گیا ہے نہ تو یہ ذکر ہے کہ وہ زمین انجمن کے روپیہ سے خریدی گئی ہے اور نہ یہ کہیں ذکر ہے کہ وہ روپیہ مَیں اپنی ذات کے لئے استعمال کرنے والا ہوں۔ پس اس چربہ سے کیا نتیجہ نکلا؟ کچھ بھی نہیں۔

جہاں تک اس خط کے شائع ہونے کا سوال ہے یہ تو میرے دفتر کے کلرک کی ذمّہ داری ہے کہ وہ اس کو حل کرے یا "آزاد" اخبار کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کو حل کرے کہ آیا اس نے ٹرین پوسٹل سروس کی مدد سے خط چُرایا ہے یا پولیس سنسر نے اسے یہ خط دیا ہے یا خود میرے کلرک سے مل کر یہ خط چُرایا گیا ہے۔ جہاں تک میری عزت کا سوال ہے مجھے اس امر سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ نہ تو مَیں یہ کہتا ہوں کہ جس زمین کا اس خط میں ذکر ہے وہ میرے پاس نہیں ہے اور نہ مَیں اس بات کا انکار کرتا ہوں کہ مَیں اس زمین کو فروخت کر رہا ہوں۔ جہاں تک اس خط کے مضمون کی اشاعت کا تعلق ہے مجھے اس خط کے چَھپنے سے نہ کوئی تکلیف ہوئی ہے نہ فکر کیونکہ زمین کا مالک ہونا یا اسے فروخت کرنے کی کوشش کرنا کوئی اخلاقی، مذہبی یا سیاسی جُرم نہیں ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ خواہ کتنا ہی بے ضرر مضمون ہو میرے دفتر کا ایک خط چُرایا گیا ہے۔ خواہ ٹرین پوسٹل سروس کے ذریعہ سے یا سنسر کے ذریعہ سے یا میرے دفتر کے کسی غدار کے ذریعہ سے۔ مجھے اس خط کے شائع ہونے کے بارہ میں ضرور دلچسپی ہے اور مَیں اس کی ضرور تحقیقات کروں گا۔ مجھے بعض وجوہ سے غالب خیال ہے کہ یہ چوری ایک خاص ذریعہ سے ہوئی ہے لیکن چونکہ وہ صرف عقلی خیال ہے اس کے اوپر مَیں اپنے عمل کی بنیاد رکھنے کو تیار نہیں۔

اب مَیں اس مضمون کی طرف آتا ہوں جو "آزاد" نے شائع کیا ہے۔ "آزاد" نے لکھا ہے کہ:-

اوّل کوئی زمین میرے قبضہ میں ہے جو کہ انجمن کے روپیہ سے خریدی گئی ہے۔
دوم یہ کہ مَیں اس زمین کو فروخت کر رہا ہوں۔
سوم یہ کہ جماعت کے لوگوں نے اس پر اعتراض کیا ہے۔
چہارم یہ کہ میری فروخت کا بڑا محرک جاگیر داری کے منسوخ ہونے کا قانون ہے۔
پنجم یہ کہ انجمن کی زمین کی قیمت کو مَیں اپنی ذات پر خرچ کرنا چاہتا ہوں۔

مَیں نمبر وار ان سوالوں کا جواب دیتا ہوں۔

نمبر اوّل کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ بعض انجمن کی زمینیں میرے نام پر خریدی ہوئی ہیں مگر ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ بعض میری زمینیں انجمن کے نام پر خریدی ہوئی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ جو زمینیں انجمن کی میرے نام پر خریدی ہوئی ہیں ان کا رقبہ اُن زمینوں کی نسبت جو میری ہیں اور انجمن کے نام پر خریدی گئی ہیں قریباً نصف یا ساٹھ فی صدی کے قریب ہے۔ پس اگر مَیں انجمن کی زمینیں فروخت کروں تو اس سے قریباً دوگنا رقبہ میرا انجمن کے پاس ہے اور وہ مجھے زیادہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اس گڑ بڑ کی وجہ یہ ہے کہ در حقیقت سندھ میں جو زمینیں خریدی گئی ہیں وہ ایک احمدیہ کمپنی نے خریدی تھیں جس کا ذکر اُس زمانہ کے "الفضل" کے فائلوں میں ملتا ہے اور جس کا ذکر انجمن کے ریزولیوشنوں میں بھی آتا ہے۔ اس کمپنی کا ایک بڑا حصّہ دار مَیں تھا اور مجھ سے بھی بڑی حصّہ دار انجمن تھی۔ کچھ اور حصّہ دار بھی تھے لیکن شروع میں چونکہ آمدن پیدا نہ ہوئی اور زمینوں کی قسط ادا کرنے کے لئے لوگوں کو اپنے پاس سے روپے دینے پڑے اس لئے سوائے تین حصّہ داروں کے باقی سب حصّہ داروں نے اپنی زمینیں دوسرے حصّہ داروں کے پاس فروخت کر دیں اور اب اس کمپنی کی زمین صرف تین حصّہ داروں کے پاس رہ گئی ہے اور وہ یہ ہیں۔ صدر انجمن احمدیہ، مَیں اور میرے چھوٹے بھائی مرزا بشیر احمد صاحب۔ اسی دوران میں جبکہ ابھی زمینیں تقسیم نہیں ہوئی تھیں، کچھ اَور زمینیں معلوم ہوئیں جو خریدی جا سکتی تھیں۔ چنانچہ تحریک جدید نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی اپنے ریزرو فنڈ کو انہی زمینوں کی خرید میں لگا لے لیکن تحریک جدید

اُس وقت تک رجسٹرڈ نہیں تھی اِس لئے اس کی ساری زمینیں صدر انجمن احمدیہ کے نام پر خریدی گئیں چونکہ وہ کمپنی جس نے زمین خریدی تھی وہ بھی رجسٹرڈ نہیں تھی اس لئے اس کی تمام زمینیں بھی صدر انجمن احمدیہ کے نام پر خریدی گئیں۔ اس وجہ سے لازماً میرا حصّہ بھی اور میرے بھائی کا حصّہ بھی صدر انجمن احمدیہ کے نام پر خریدا گیا کیونکہ ہماری خرید براہ راست نہ تھی بلکہ اس کمپنی کے حصّہ دار کی حیثیت سے تھی۔ اسی دوران میں مَیں نے خود کچھ زمین براہِ راست خریدی جس کے نتیجہ میں مجھے بھی اپنے آدمی وہاں رکھنے پڑے۔ جب کبھی کسی نئی زمین کا پتہ لگتا تھا کہ وہ خریدی جاسکتی ہے اور انتظام کے لحاظ سے مفید ہے تو اسے خرید لیا جاتا تھا لیکن کبھی ایسا ہوتا تھا کہ صدر انجمن احمدیہ کا مختار نامہ یا مختار موجود نہ ہوتا تھا تو میرا مختار میرے مختار نامہ پر زمین خرید لیتا تھا لیکن وہ ہوتی تھی صدر انجمن احمدیہ کی اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ کوئی زمین مَیں نے خریدنی ہوتی تھی لیکن میرا مختار نامہ یا میرا مختار موجود نہیں ہوتا تھا تو انجمن کا مختار اس زمین کو انجمن کے نام پر خرید لیتا تھا لیکن وہ ہوتی تھی میری۔ اس کی موٹی علامت یہ ہوتی تھی کہ زمینوں کے حلقے تقسیم کر دیئے گئے تھے۔ نبی سر روڈ کے پاس کی زمینیں صدر انجمن احمدیہ کی تھیں اور ٹاہلی اسٹیشن سے پاس کی زمینیں تحریک جدید کی تھیں اور ٹنڈو الٰہ یار کے علاقہ کی زمینوں میں تھوڑا سا حصّہ میرا تھا۔ باقی تحریک جدید کا تھا۔ اس کے مقابلہ میں کُنری اسٹیشن کے پاس کی زمین ان حصّہ داروں کو ملی جو کہ صدر انجمن احمدیہ کے ساتھ زمین خریدنے والی کمپنی کے ممبر تھے۔ جنہوں نے آگے جاکر اپنی زمینیں میرے اور میرے بھائی کے پاس فروخت کر دیں۔ پس وہاں جو زمین خریدی جاتی تھی وہ میرے لئے خریدی جاتی تھی۔ اسی طرح کنجے جی اسٹیشن کے پاس زمینیں سب سے پہلے مَیں نے ہی خریدی تھیں۔ اس لئے وہاں اگر کوئی زمین نکلتی تھی تو مَیں ہی خریدتا تھا اور جس کی زمین ہوتی تھی وہ اس کے مینجروں کے سپرد ہو جاتی تھی اور شروع دن سے وہی اس پر کام کرتے تھے اور ان کے بینک اکاؤنٹ اس پر شاہد ہوتے تھے مثلاً انجمن کے نام پر جو انجمن کی زمین خریدی گئی اس کی قیمت یا انجمن کے ریزولیوشنوں میں درج ہے یا انجمن کے

بینک اکاؤنٹس سے ادا ہوئی اور آئندہ اس کی قسطیں بھی اسی طرح ادا ہوتی رہیں۔ ہر شخص فوراً دیکھ سکتا ہے کہ یہ زمین گو کسی اور کے نام سے خریدی گئی مگر اس کی ابتدائی رقمیں بھی انجمن نے دیں اور پھر اس کی قسطیں بھی شروع سے لے کر آخر تک انجمن نے ہی دیں۔ اسی طرح تحریک جدید کی جو زمین خریدی گئی گو وہ انجمن کے نام پر ہے لیکن بینکوں کے اکاؤنٹ شاہد ہیں کہ اس کی قیمت انجمن نے ادا نہیں کی۔ اس کی قیمت تحریک جدید نے ادا کی اور پندرہ سال کی متواتر بینکوں کی شہادتیں اس بات پر ہیں کہ وہ زمین تحریک جدید کی ہے۔ اسی طرح جو میری زمین ہے۔ زمین خریدنے والی کمپنی اور انجمن کا ریکارڈ شاہد ہیں کہ اس کی قیمتیں مَیں نے دی ہیں۔ اسی طرح بینک اکاؤنٹ گواہ ہے کہ اس کی قسطیں برابر میرے کھاتہ سے جاتی رہیں۔ انجمن یا تحریک نے وہ ادا نہیں کیں اور اس کا انتظام میرے مینجر کرتے چلے آئے۔

پس یہ ٹھیک ہے کہ انجمن کی بعض زمینیں میرے نام پر خریدی گئی ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ زمینیں گو میرے نام پر خریدی گئی ہیں لیکن انجمن کی اسٹیٹ میں شامل ہیں☆ اور انجمن کے کارکن اس پر قابض ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ٹھیک ہے کہ تحریک جدید کی زمین انجمن کے نام پر خریدی گئی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شروع دن سے اس زمین پر تحریک جدید کے کارکن کام کر رہے ہیں اور وہ تحریک جدید کے قبضہ میں ہے۔ اسی طرح یہ بھی ٹھیک ہے کہ کچھ میری زمین انجمن کے

☆ یہاں یہ لطیفہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان سندھ کی زمینوں کو بعض دفعہ ہمارے اخبارات میں اسٹیٹس لکھا جاتا ہے جس کے معنے انگریزی میں زمینداری کے ہیں یا ایک کوٹھی اور اس کے ارد گرد کی زمینداری کے لیکن احرار جہلاء ہمیشہ اسی لفظ پر شور مچاتے رہے ہیں کہ احمدیوں نے ریاستیں قائم کر لی ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا مضمون میں بھی اسٹیٹ کا ترجمہ ریاست کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ مرزا محمود سب سے پہلے سندھ میں اپنی ریاستوں کی زمین فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ اس مُلک کی کتنی بد قسمتی ہے جس کے علماء جہلاء ہوں یا دوسرے کو بدنام کرنے کے لئے جھوٹ بولنا جائز سمجھتے ہوں۔ مرزا محمود احمد

نام پر خریدی گئی ہے لیکن شروع دن سے اس کے اُوپر میرے کارکن کام کر رہے ہیں اور میرے بینک اکاؤنٹ اس بات کے شاہد ہیں کہ بینکوں کے ذریعہ سے میرے حساب سے اس کی قیمت ادا ہوئی ہے۔ پس یہ کوئی جھگڑے والا سوال ہی نہیں۔ پاکستان کے چار زبردست بینک اس بات کے گواہ موجود ہیں۔ ان بینکوں میں میرے نام کے کھاتے الگ کھلے ہوئے ہیں، صدر انجمن احمدیہ کے نام کے کھاتے الگ کھلے ہوئے ہیں، تحریک جدید کے نام کے کھاتے الگ کھلے ہوئے ہیں اور ان کھاتوں سے وہ قیمتیں ادا ہوئی ہیں۔ بعض دفعہ ایسا ضرور ہوا ہے کہ ضرورت کے موقع پر ایک دوسرے کے کھاتے سے قرض لے لیا گیا ہے لیکن یہ ثبوت بھی بینکوں سے مل سکتا ہے کہ اگر ضرورت کے موقع پر مَیں نے دس روپے لئے ہیں تو اس کے مقابلہ میں ضرورت کے موقع پر تحریک جدید یا انجمن کو مَیں نے سو روپیہ دیا ہے۔ یعنی قرض کے معاملہ میں بھی میرا پہلو بھاری ہے اور تحریک جدید اور انجمن کا پہلو کمزور ہے۔ مَیں ان کا مقروض نہیں رہا وہ میرے مقروض رہے ہیں۔

یہ بات مَیں زمینوں کے متعلق لکھ رہا ہوں ورنہ یوں انجمن مجھے قرض کے طور پر پچھلے سال تک ماہوار رقم گزارہ کے لئے دیتی رہی ہے اور وہ رقم برابر جماعت کے بجٹ میں پڑتی رہی ہے اور حساب میں موجود ہے۔ (ڈیڑھ سال سے مَیں نے وہ رقم لینی بند کر دی ہے اور سابق قرض اُتارنے کی فکر میں ہوں)

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک فروخت کرنے کا سوال ہے یہ ٹھیک ہے کہ مَیں کچھ زمین فروخت کر رہا ہوں لیکن وہ زمین انجمن کی نہیں ہے۔ نہ وہ ان زمینوں میں سے ہے جو میری ہیں لیکن انجمن کے نام پر خریدی گئی ہیں۔ پس اس کے متعلق نہ کوئی حقیقی اعتراض پیدا ہو سکتا ہے نہ کوئی غلط فہمی۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ بات سراسر غلط ہے کہ کوئی انجمن کی زمین میرے قبضہ میں ہے۔ مَیں بتا چُکا ہوں کہ انجمن کی کچھ زمین میرے نام پر خریدی ہوئی ضرور ہے لیکن میرے قبضہ میں وہ نہیں ہے۔ وہ انجمن ہی کے قبضہ میں ہے اور

اس کے مینیجر اس پر کام کر رہے ہیں اس لئے کسی شخص کو اس پر اعتراض کی گنجائش نہ ہو سکتی ہے اور نہ کبھی ہوئی ہے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ جاگیرداری کے قانون سے ڈر کر مَیں یہ زمین فروخت کر رہا ہوں۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جاگیرداری کے قانون سے ڈر کر فروخت کرنا نہ شرعاً جُرم ہے نہ قانوناً جُرم ہے۔ جس دن تک وہ قانون پاس ہو۔ اس دن تک ہر جاگیردار اپنی جاگیر فروخت کر سکتا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا اور نہ شریعت کا اس بات پر کوئی اعتراض ہے کہ کوئی شخص اپنی کوئی چیز مناہی سے پہلے فروخت کر سکے۔ باقی "آزاد" اور احرار کے دماغ تو ہیں بالکل کُند کیونکہ جو شخص غلط بیانی پر اُتر آتا ہے وہ سوچنے کا عادی نہیں رہتا۔ ورنہ ہر شخص جان سکتا ہے کہ سندھ میں میری کوئی جاگیر ہو ہی نہیں سکتی۔ مَیں پنجابی ہوں مجھے سندھ میں کیوں جاگیر ملنی تھی۔ جاگیر نام ہے اس زمین کا جو حکومتِ وقت کی طرف سے بطور عطیہ کے ملی ہو۔ خصوصاً وہ جس کا لینڈ ریونیو معاف ہو۔ لوگ محض فخر کے طور پر ایسی زمین کو بھی جاگیر کہہ دیتے ہیں جو گورنمنٹ نے دی ہو اور اس کا لینڈ ریونیو معاف نہ ہو لیکن اصل اصطلاح یہی ہے کہ جو زمین گورنمنٹ نے دی ہو اور اس کا لینڈ ریونیو معاف کر دیا ہو وہ جاگیر ہے۔ مَیں اپنی کتاب "اسلام اور ملکیت زمین" میں خود لکھ چُکا ہوں کہ جاگیرداری اسلام میں ناجائز ہے کیونکہ لینڈ ریونیو، زکوٰۃ کا قائم مقام ہے اور زکوٰۃ حکومت معاف نہیں کر سکتی۔ نیز امراء کے لئے زکوٰۃ لینی جائز نہیں اور مَیں نے اس کتاب میں حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ وہ جاگیروں کو اُڑا دے اور جاگیرداروں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ خود اس حق کو چھوڑ دیں کیونکہ یہ آمد اسلام کے خلاف ہے اور امراء کو زکوٰۃ میں سے حصّہ نہیں لینا چاہئے۔ پس یہ کیونکر خیال کیا جا سکتا ہے کہ میرے پاس کوئی جاگیر ہے۔ نہ مَیں سندھ کا باشندہ ہوں اور نہ مَیں سندھ کی حکومت کا کبھی ملازم رہا، نہ مَیں جاگیر کا قائل۔ میرے پاس جاگیر آ ہی کس طرح سکتی تھی اور جو چیز آ نہیں سکتی تھی اس کی فروخت کا سوال ہی کس طرح پیدا ہو سکتا ہے۔

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ مَیں انجمن کی زمین کی قیمت کو اپنی ذات پر خرچ

کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ مَیں اُوپر لکھ چُکا ہوں انجمن کی کوئی زمین میرے قبضہ میں نہیں۔ انجمن کی جو زمین میرے نام پر خریدی گئی ہے وہ بھی انجمن کے قبضہ میں ہے اور اس پر نہ کسی نے اعتراض کیا ہے کہ مَیں انجمن کی خریدی ہوئی جائداد پر قبضہ کر رہا ہوں۔ نہ اس اعتراض میں کوئی وقعت ہے اور نہ مَیں اس اعتراض سے ڈرتا ہوں۔ انجمن کے ریکارڈ میں تمام وہ زمینیں درج ہیں جو اُس نے خریدیں، انجمن کے خزانے میں وہ رقوم درج ہیں جو اس نے اس زمین پر خرچ کیں اور انجمن کے بینک اکاؤنٹ میں بھی وہ آمدنیں درج ہیں جو اِن زمینوں سے ہوئی ہیں اور وہ خرچ بھی درج ہیں جو ان زمینوں پر ہوئے۔ اسی طرح جو زمینیں مَیں نے خریدی ہیں اُن کی پہلی قسط ادا کرنا بھی میری طرف سے ثابت ہے۔ اُن کی دوسری قسط ادا کرنا بھی میری طرف سے ثابت ہے اور اُن کی تیسری قسط ادا کرنا بھی میری طرف سے ثابت ہے۔ یہاں تک کہ آخری قسط ادا کرنا بھی میری طرف سے ثابت ہے۔ پس کوئی صحیح الدّماغ آدمی اعتراض ہی کس طرح کر سکتا ہے اور اگر کوئی شخص جوشِ جنون میں اعتراض کرے تو مجھے اس سے گھبراہٹ ہی کیا ہو سکتی ہے۔ ریکارڈ موجود ہے۔ مَیں جماعت کے سامنے رکھ دوں گا۔

ان حالات کے بیان کرنے کے بعد اب مَیں احرار کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر اُن کے اندر کوئی تخمِ دیانت ہے تو وہ مندرجہ ذیل طریقہ سے مجھ سے اس اعتراض کا تصفیہ کر لیں۔

اوّل یہ کہ ایک نمائندہ جو مستقل طور پر دیوانی کی ججی پر کام کر چُکا ہو یا کام کر رہا ہو مَیں مقرر کر دوں گا اور ایک اسی قابلیت کا آدمی وہ مقرر کر دیں۔ یہ دونوں آدمی مل کر ایک تیسرا ثالث اپنے ساتھ ملا لیں جس میں یہی صفات پائی جائیں۔ یعنی وہ مستقل طور پر سب ججی یا اس سے اُوپر کے کسی عُہدہ پر رہ چُکا ہو یا اس وقت اس عُہدہ پر ہو۔ مَیں تین کاپیاں ان تینوں ثالثوں کو دے دوں گا۔ جس میں یہ عبارت درج ہو گی کہ:-

"مَیں مرزا بشیر الدین محمود احمد اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ یہ زمین جس کی

فروخت کا اعلان الفضل کو بھجوایا گیا تھا اور جس کے لئے دو تین گاہک بھی آچکے ہیں اور وہ خط و کتابت میرے پاس محفوظ ہے یہ زمین انجمن کے روپیہ سے خریدی ہوئی نہیں۔ انجمن نے کبھی اس زمین کو اپنی نہیں سمجھا اور کبھی کسی واقفِ حالات شخص نے اس زمین کو انجمن کی قرار نہیں دیا۔ اگر مَیں اس دعویٰ میں جھوٹا ہوں تو خدا کی لعنت مجھ پر ہو"۔

اسی قسم کی ایک تحریر جماعت احرار لکھ کر دے دے اور اس پر مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب اور شیخ تاج الدین صاحب کے دستخط ہوں۔ کیونکہ وہی احرار کے ذمہ دار کارکن ہیں کہ:-

"ہم جو جماعت احرار کے ذمہ دار کارکن ہیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ وہ زمین جو مرزا محمود احمد سابق قادیانی حال ربوہ فروخت کر رہے تھے اور جس کی فروخت کا اعلان الفضل کو بھجوایا گیا تھا اور آزاد نے جس کا چربہ شائع کیا ہے یہ انجمن کے روپیہ سے خریدی ہوئی زمین تھی اور وہ اس زمین کو اپنی ذاتی اغراض پر خرچ کرنے کے لئے فروخت کر رہے تھے۔ اگر ہم اس اعلان میں جھوٹے ہوں تو خدا کی ہم پر لعنت ہو۔"

جب تینوں ججوں کی طرف سے میرے پاس یہ تحریر آجائے گی کہ ہمارے پاس دونوں فریق کی تحریریں پہنچ گئی ہیں تو میں دس دس ہزار روپیہ بینک میں ان تینوں ثالثوں کے نام جمع کرادوں گا کہ اگر احرار کا دعویٰ ثابت ہو جائے تو علاوہ میری تحریر کے وہ دس ہزار روپیہ بھی احرار کو دے دیں۔ اس طرح احرار کو کھالوں کی اٹھنیاں اور روپے جمع کرنے سے بھی بہت کچھ نجات ہو جائے گی۔ مَیں ان سے کسی روپیہ کا مطالبہ نہیں کرتا۔ مَیں صرف اس تحریر کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اِس کے بعد دونوں فریق اپنے اپنے دلائل لکھ کر مقرر کردہ ثالثوں کو دے دیں اور وہ لوگ کثرت رائے سے اپنا فیصلہ صادر

کر دیں کہ آیا میرا دعویٰ صحیح ہے یا احرار کا دعویٰ صحیح ہے۔ اگر وہ احرار کا دعویٰ صحیح قرار دیں تو دس ہزار روپیہ بھی احرار کو دے دیں اور اپنا فیصلہ جس کے ساتھ میری لعنت والی تحریر نتھی ہو وہ بھی ان کے حوالہ کر دیں۔ احرار کو اس طرح میرے خلاف پروپیگنڈے کا بھی ایک بڑا موقع مل جائے گا اور روپیہ بھی بہت کافی مل جائے گا لیکن اگر ثالثوں پر یہ ثابت ہو کہ میرا دعویٰ ٹھیک ہے اور احرار نے جھوٹ کی نجاست پر مُنہ مارا ہے تو وہ اپنا فیصلہ لکھ کر اس کے ساتھ احرار کی تحریر لگا کر مجھے بھجوا دیں اور میرا روپیہ مجھے واپس کر دیں۔ ہاں یہ ضروری ہو گا کہ ثالث اپنے فیصلوں میں دونوں فریق کی تحریرات شامل کریں اور فیصلہ با دلائل دیں کیونکہ اس نے بہرحال شائع ہونا ہے۔ اختلاف کی صورت میں کسی ثالث کا اختلافی نوٹ ساتھ شامل کرنا ضروری ہو گا۔ یہ امر بھی یاد رہے کہ جس طرح لعنتوں والی تحریر کی تین کاپیاں تینوں ثالثوں کو الگ الگ دینی ضروری ہوں گی اسی طرح دلائل والی کاپیاں بھی تینوں ثالثوں کو الگ الگ دینی ضروری ہوں گی جن پر میری طرف سے میرے دستخط ہوں گے اور اگر احرار اصرار کریں تو صدر انجمن احمدیہ کے پریذیڈنٹ کے بھی مَیں اُس پر دستخط کروا دوں گا۔ اسی طرح تحریک جدید کے صدر کے بھی دستخط کروا دوں گا۔ گو چونکہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اس لئے اس کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی لیکن اگر وہ چاہیں تو مَیں اس کا بھی ذمّہ لے لیتا ہوں۔ دوسری طرف احرار کی تینوں کاپیوں پر مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب، مولوی محمد علی صاحب جالندھری اور شیخ تاج الدین صاحب لدھیانوی کے دستخط ہونے ضروری ہوں گے۔ مَیں تین کاپیوں کے تینوں ثالثوں کو الگ الگ دیئے جانے پر اس لئے زور دے رہا ہوں کہ اگر میرا نمائندہ شرارت کرے تو احرار کے پاس ریکارڈ محفوظ رہے اور اگر اُن کا نمائندہ شرارت کرے تو ہمارے پاس ریکارڈ محفوظ رہے۔ مَیں اُمید کرتا ہوں کہ جماعت احرار اس غیبی دس ہزار روپیہ کو لینے کے لئے بے تابی سے آگے بڑھے گی۔ لعنتیں کھانے کے تو وہ عادی ہیں اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں اور اگر وہ سچے ہیں تو پھر تو بالکل گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ چنانچہ مَیں بالکل نہیں گھبرایا بلکہ مَیں لعنتوں کی

تحریر کے علاوہ دس ہزار روپیہ بھی دینے کے لئے تیار ہوں۔ یہ روپیہ بینک کے پاس تین ماہ کی میعاد تک کے لئے ثالثوں کے پاس جمع رہے گا۔ اگر اس عرصہ میں اُنہوں نے فیصلہ نہ کیا اور نہ مزید مہلت مجھ سے طلب کی تو مجھے واپس مل جائے گا اور سمجھا جائے گا کہ ثالث کسی وجہ سے فیصلہ دینے کے لئے تیار نہیں اور اس صورت میں دونوں فریق کو اجازت ہو گی کہ اپنے نمائندے سے فریقین کی تحریریں لے کر خود شائع کر دیں۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

03-10-1952ء"

(الفضل 4 اکتوبر 1952ء)